عاصی فائقی کی غزل گوئی

ڈاکٹر نصرت مینو

اسسٹنٹ پروفیسر   شعبۂ اردو   وسنت راؤ نائک گورنمنٹ انسٹ

ٹیوٹ آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز ، ناگپور

Nusratshahid49@gmail.com

ادب سماج کا آئینہ ہوتا ہے اور ہر ادبی تخلیق فنکار کے تخیل اور اس کے دور کی عکاس ہوتی ہے۔ شاعری ہو یا نثر تخلیق کار اپنے تجربے اور مشاہدے کو فنی خوبیوں کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر رقم کرتا ہے۔ بطور خاص شاعر اپنے کلام میں نہ صرف صنائع بدائع اور دیگر شعری لوازمات کو ملحوظ رکھتا ہےبلکہ سوزو گداز سے اس کو پر اثر بناتا ہےکلام کی نغمگی اور تاثیر لوگوں کے دلوں میں اپنی جگہ بنا لیتی ہے۔ یہ ایک اہم بات ہے جو شعرا کا خاصا ہوتی ہے۔ ایسے ہی ایک قادر الکلام شاعروں میں عاصی فائقی بھی ہیں عاصی فائقی کا کلام منفرد اور امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ ان کے کلام کے مطالعے سے باذوق قارئین محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہتے ۔ اپنے کلام میں انھوں نے الفاظ کا انتخاب بڑی خوبصورتی سے کیا ہے۔

اکثر غزل پر اعتراض ہوتے رہے ہیں کہ اس کے موضوعات عشق و عاشقی ، گل و بلبل، ساغر و مینا، اور محبوب کے سراپا تک محدود ہیں۔ ان اعتراضات کے باوجود ان موضوعات پر غزلیں لکھی جاتی رہی ہیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ عاصی ؔفائقی کی غزلیں بھی روایت کی نہ صرف پاسداری کرتی ہیں بلکہ ان کے لب و لہجے کی تازگی اور شادابی اس کے حسن کو دوبالا کرتی ہے۔ عاصیؔ فائقی نے روایت سے رشتہ نباہنے کے ساتھ ساتھ جدیدیت کے تقاضوں کو بھی پورا کیا ہے۔ ہندوستان کی ملی جلی گنگا جمنی تہذیب کی عکاسی جا بجا عاصی ؔکے کلام میں نظر آتی ہے۔ موسیقیت اور غنائیت سے پر ان کے کلام میں قدماءکی روش کے ساتھ ساتھ جدید لب و لہجے کی گونج بھی پوری توانائی کے ساتھ موجود ہے۔ گو کہ عاصی فائقی کی بنیادیں روایت کی زمین میں پیوستہ ہیں۔ انہوں نے روایت سے رشتہ استوار رکھا ہے اور اس کیحرمت ان کے دل میں جاگزیں ہے مگر وہ ایک زندہ اور تابندہ شاعر ہیں وہ کسی جامد درخت کے مانند نہیں جو اپنی جگہ ٹھہرا ہوا ہے ۔ وہ باد نو بہار کا جھونکا ہیں جو جہاں سے بھی گزرتا ہے وہاں کے رنگ و بو اور دلکشی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے اور جب آگے بڑھتا ہے تو اس شادابی سے کوہ و بیاباں ، گلیوں اور گلیاروں کو سرشار اور تازہ دم کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ امید کا شاعر ہے۔ ہر نئی خوبصورتی اور تازگی اس کے لئے اہمیت رکھتی ہے۔

بقول انجم فوقی بدایونی :

ہر دے دھرتی جم رکھتا ہوں   شاید کوئی کونپل پھوٹے

ان کے نزدیک دل کی تازگی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس لئے قصۂ قدیم و جدید سے ان کو کوئی مطلب نہیں ۔ وہ اپنے دل و نگاہ کو تازہ رکھتے ہیں ، جس کا اثر ان کی سوچ اور فکر پر پڑتا ہے۔ اسی لئے ان کے ہاں جدید معاملات اور مضامین بھی تازہ دم ہوتے ہیں اور قدیم بھی۔ ان کی غزل کے چند اشعار سے اس کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے :

یہ زندگی کے مراحل ہیں ان سے کیا عاصیؔ
غزل کی بات کرو، فکر و فن کی بات کرو

جانِ غزل سے روح کو ملتا رہا سکوں
غزلوں کے واسطے سے کچھ ایسا شغف ملا

مندرجہ بالا سطور سے کوئی یہ اندازہ نہ لگائے کہ فائقی صرف زندگی کے نظاروں کا ایک مشاہد ہے حسن و عشق کی کیفیات کا بیان ان کے کلاممیں نہ صرف موجود ہے بلکہ زندگی کے نشیب و فراز اور تلخ حقائق بھی ان کی شاعری میں موجود ہیں۔ وہ زندگی کے نشیب و فراز سے گزرے ہیں، اس کے حقائق کا انھیں علم ہے۔ اس کو انھوں نے برتا ہے، اس کا تجزیہ کیا ہے اور پھر بڑی فن کاری کے ساتھ اپنے کلام میں سمویا ہے۔ اور یہی حقیقت نگاری ان کی شاعری کا امتیازی وصف ہے۔

اس ملک میں رہنے والا ہر شخص اپنے ہم وطنوں، ان کے رسم و رواج، گفتگو، ادب آداب، زبان و بیان، ان کے مذہب اور اس سے متعلق باتیں اور قصص سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ان کی کہانیوں او رقدیم کرداروں میں ان کے جذبات نہاں ہوتے ہیں جس کو حساس اردو شعرا نے بکثرت نظم کیا ہے ۔ فائقی بھی اس اہم حقیقت سے بنابلد نہیں۔ انہیں اساطیری داستانوں سے پوری پوری واقفیت ہے۔ جسے انھوں نے نہایت روانی اور چابکدستی سے اپنے اشعار میں شامل کر کے اپنے کلام کو خوبصورت، پر اثر اور کار آمد بنایا ہے۔ ہندو مائتھا لوجی سے ان کی واقفیت کا اندازہ ان کے اشعار سے ہوتا ہے۔ ہندی الفاظ اور اصطلاحات کا نہایت خوبصورتی سے بر محل استعمال کیا ہے۔

ذرہ سے آفتاب بنا ہوں مہان ہوں
یعنی زمیں پہ رہتے ہوئے آسمان ہوں

اس شعر میں لفظ مہان کا استعمال اسے ملک کے اساطیری ادب سے پیوستہ کر رہا ہے۔ اور معنی اور مفہوم کی حرمت پر بھی کوئی اثر نہیں پڑا۔

ہوش مندی کا یہ ہر گام پتہ دیتا ہے
ان کے ماتھے کا چمکتا ہوا ترشول بہت
ماتھے کی بندیا عام طور سے مستعمل ہے مگر ماتھے کا ترشول
کچھ اور ہی اشارہ کر رہا ہے۔ اسے ہندو دیو تا شنکر کے تدبر سے وابستہ کر کے عاصی نے شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔ جو لوگ ہندو اساطیری داستانوں کا درک رکھتے ہیں وہ اس کی تہوں میں جاکر معنی تلاش کر سکتے ہیں -

لکشمن ریکھا کو راون ہرگز کر سکا نہ پار
رام کے ہاتھوں وہ لنکا میں سلگتا رہ گیا

رامائن سے ماخوذ داستانوں میں رام کے بن باس اور سیتا کی حفاظت کے لئے حصار بندی کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ اپنے عہد کا پابند کسی بھی طرح اپنے وعدے کو پورا کرتا ہے اور دشمن کو آخر حد تک جا کر بھی کیفرکردار تک پہنچاتا ہے۔ اس کی نظر یہ کوئی زمین پر کھینچی ہوئی لکیر نہیں بلکہ قسمت کی ریکھا ہے۔ جو اپنے مقصد کے حصول تک سر گرم رہتا ہے۔

آؤ کہ دونوں مل کے کریں سیرِ آسماں
تو چندرما اگر ہے تو میں چندر بھان ہوں

مسلک حسین تر ہے پرستا رِحسن کا
دھو دھو کے یعنی ان کے چرن چھونا روزروز

مندرجہ بالا دونوں اشعار بھی زبان و بیان کے اس خوبصورت سنگم کی شاندار مثال ہیں۔ -

اسی طرح مختلف النوع موضوعات پر خوبصورت اور معنی خیز اشعار ان کے کمال فن کی دلیل ہیں۔ غزلوں میں تخلص کا استعمال تقریباً ہر غزل میں ہے۔ تخلص کی معنویت کو انھوں نے الگ الگ اور بڑےموزوں اندازمیں استعمال کیاہے۔لفظ عاصی اپنےسادہ معنوں میں گنہگارکے ہیں فائقی نے اس کو بھی نئے نئے موڑ دے کر پیش کیا ہے۔
-

باتوں باتوں میں کہہ گیا کوئی
وہ تو عاصیؔ ہے تو گناہ نہ کر

ممکن ہے کہ عاصیؔ ! ترا پھر ساتھ دے قسمت

کھوئے ہوئے اخلاق و محبت کے گہر ڈھونڈ

نگاہِ شوق پہ قابو تو پا لیا لیکن
دلِ خراب پہ عاصیؔ کا اختیار نہیں

اشعار میں اپنی تعلی کو بھی کتنے سادہ اور رواں انداز میں پیش کیا ہےکہ تکبر اور غرور کا شائبہ تک محسوس نہیں ہوتا۔

عاصیؔ ! خلوص کارِ ندارد ، کہاں نصیب
بنتی نہیں ہے بات ستایش کئے بغیر

مقبول عام ہو گیا عاصیؔ کا یہ کلام
ذرہ کو آفتاب کے جیسا شرف ملا

یہ بھی عاصیؔ ! کم نہیں ہے حاصلِ شعر و سخن
جب مہذب محفلوں میں نام اپنا رہ گیا

فیضِ روانِ زباں عاصیؔ! دیکھئے
سحر البیان ہوں میں فصیح اللسان ہوں

گرہ کھل جائے غمزدہ دل کی
کچھ تو عاصیؔ سے بول کر دیکھو

عاصؔی کے کلام میں زبان و بیان کی خوبیاں اور محاسن کی کمی نہیں۔ جا بجا فن کے موتی اور ہیرے اشعار میں جڑے ہوئے ہیں۔ کلام میں محاوروں کا بر محل استعمال کتنی خوبی سے کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

زندگی بھر اف نہ کی سینے پہ پتھر رکھ لیا

جو نشانِ قبر کی صورت میں رکھا رہ گیا
ہاتھ کنگن کو نہیں آرسی لازم عاصیؔ

دو دلوں کے لئے ہے پیار کا بندھن سورج

یہ یاد رہے عاصیؔ! دنیائے محبت میں

سنتے ہیں کہ بد اچھا بدنام نہیں اچھا

دل غنیمت ہے جی رہے ہیں ہم

صبر کے گھونٹ پی رہے ہیں ہم

گر گئے پھل پھول اور پتے شجر کے جھڑ گئے

پیڑ پت جھڑ کی ہوا کھا کر اکیلا رہ گیا

محوِ خرام ناز ادائیں ، شباب تھا

وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا

آپ کیا آئے کہ ساون آ گیا

غنچئہ دل ہو گیا ہے باغ باغ

اک آگ سی لگی ہے مرے دل کے باغ میں

اور آپ باغ باغ ہیں گلنار کی طرح

عاصیؔ قومی یکجہتی اور ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار رہے ہیں۔ شعر ملا حظہ کیجیے :

کیوں مندر و مسجد کی حدیں روند رہا ہے وہ اپنا ہے، دل اپنا ہے، تو اپنا ہی گھر ڈھونڈ

عاصی ؔکی غزلیں شعری لوازم سے پر ہیں صنعتوں کا استعمال انتہائی خوبی سے کیا ہے۔ تلمیح ، تشبیہہ ، تضاد، وغیرہ صنعتوں کے بر محل استعمال نے کلام کے حسن کو دو بالا کر دیا ہے۔

انسان فطرتاً ہے خطاؤں کا مرتکب

آدم بھی باز آئے نا لغزش کیے بغیر

کوئی ہے زیر، کوئی زبر ، کوئی پیش

اعرابِ زندگی میں رہے سب ہی پیش پیش

مجھ سے غمِ حیات کی کیفیتیں نہ پ

شبنم کی طرح اشک تبسم مآب تھا

خون کے آنسو دوائے دردِل ثابت ہوئ

صبر کے دو گھونٹ پی لیتا ہو ں میں پانی کے ساتھ

دوسروں کی خطاؤں پر نظر رکھنے سے بہتر ہے کہ انسان اپنے گناہوں کونظر میں رکھے اور توبہ کرے۔

کچھ اپنے کئے پر بھی پشیماں ہوا کر اور آخر شب اپنی دعاؤں میں اثر ڈھونڈ

انسان کا ظاہر نہیں بلکہ باطن بھی پاکیزہ ہونا چاہئے اس وقت ہی اس کی نظر حق کو پہچان سکتی ہے ورنہ دلفریب دنیا کے دھوکے میں انسان بھٹکتا ہی رہتا ہے۔

دل جیسی حسین چیز کہاں بھول گیا تو کیوں چین سے بیٹھا ہے اِدھر ڈھونڈ ادھر ڈھونڈ

عاصیؔ فائقی کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری میں روایتی انداز کے ساتھ ساتھ عصری آگہی کا عنصر نمایاں ہے۔ ان کی شاعری کے کئی رنگ ہیں اور موضوع میں تنوع ہے۔

دل کی کتاب رنگیں خانے نئے نئے
مضمون نئے ملے ہیں، نئی سرخیاں ہمیں

تہذیب ِ نو کا تھا وہ لبادہ نظر فریب
دھو کر اسے بغور جو دیکھا کلف ملا

بیٹھا نہ رہ تو مہرہء شطرنج کی طرح
ناکام سارے کام ہیں کوشش کئے بغیر

اے خستگی شوق ! برا حال کر دیا
اب تو ہی پیش پیش ہے رہ تو ہی پیش پیش

غنچے چٹک کے او ر بھی مہکا گئے چمن

خاموش گفتگو بھی سرِ عام ہو گئی

ہل چل سی مچ گئی ہے خیال و نظر میں آج
یہ کون آگیا نگہِ انتخاب میں

دیوانگی شوق! ہمارا یہ حال ہے
پہروں کھڑے ہیں سایئہ دیوار کی طرح

ہاں مسکراتے جائیے میرے سوال پر

انکار کی ادا بھی ہو اقرار کی طرح

وہ چشم عاشقاں میں حسیں پھول بن گیا
لیکن نگاہ ناز میں ہم خار کی طرح

چھوٹی بحر میں بڑی دلکش غزل کہی ہے۔ خوبصورت انداز بیان کے ساتھ سادہ اور عام فہم زبان میں داخلی جذبات کی عکاسی نہایت پر کشش ہے۔

بات کے ہر جواب میں چپ ہیں
ہو گئی کیا خطا نہیں معلوم

خواب میں بھی نظر نہیں آتے
ان کو کیا ہو گیا نہیں معلوم

جو بھی مانگا ملا، سوا مجھ کو
کس نے دی ہے دعا نہیں معلوم

ہوش کھو بیٹھے حضرت موسٰی
طورپر کیا ہوا نہیں معلوم

اب دھڑکتا نہیں ہے سینے میں
دل کو کیا ہو گیا نہیں معلوم

سب نے عاصی ؔسے بے وفائی
کس سے ہوگی وفا نہیں معلوم

رب العزت سے اس طرح دعا گو ہیں کہ :

عاصیؔ مراقبہ میں ہے مشتاق دید کا
یارب ! کرم کی کیجیے اس پر بھی اک نگاہ

صنائع لفظی کو بڑی خوبصورتی سے کلام میں برتا ہے شعر ملاحظہ کیجیے:

دانئہ تسبیح اشکِ غم پرونا رہ گیا
نزع میں بکھرا ہوا شیرازہ بکھرا رہ گیا

قدیم شعرا کے کلام کا انھوں نے عمیق مطالعہ کیا ہے اور انہی کی طرز میں اپنا کلام نئے انداز سے پیش کیا ہے۔ چاہے کوئی موضوع ہو عاصیؔ اسے نئے انداز سے برتنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ شاعری کے لوازم کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ عاصیؔ کے کلام کی انہی خوبیوں نے انہیں مقبول عام کیا ہے۔ ہندو مائتھو لو جی کا بیان انہوں نے اشعار میں بڑی چابکدستی سے کیا ہے۔

اشکوں کے اجالوں سے محبت کی سحر ڈھونڈ — ٹوٹے ہوئے تاروں میں ذرا حسن قمر ڈھونڈ

عاصیؔ ! ہزار روئیے داغ ؔو میر ؔکو — اب کیا ملیں گی کھوئی ہوئی ہستیاں ہمیں

ہے انتہائے یاس بھی اک ابتدائے شوق — پھر آگئے وہیں پہ جہاں سے چلے تھے ہم (حسرت موہانی)

درج بالا حسرت موہانی کے شعرمیں جو مضمون بیان ہوا ہے اسے عاصیؔ نے اپنے انداز میں اس طرح بیان کیا ہے۔

چل بڑے تھے جس جگہ سے پھر وہیں پر آگئے
ہمسفر راہِ سفر کیا کہیں کس سے کہیں

عاصیؔ فائقی انسانی نفسیات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ ان کے اشعار اس کے غماز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں قدماء کا اثر نمایاں ہے۔ کئی موضوعات کو انھوں نے انوکھے انداز سے برتا ہے جو بھلا معلوم ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر

وارداتِ غم دل، تجھ کو خطابوں میں ملیں
یہ وہ تحریریں نہیں ہیں جو کتابوں میں ملیں

آؤ دنیا کی نگاہوں سے چلیں دور کہیں
بات پردے میں رہے اور حجابوں میں ملیں

بارہا اس نے تصور میں یہی مجھ سے کہا

زندگی خواب کے مانند ہے خوابوں میں ملیں

ایک بھنور ے کی طرح ، سرخیِ عارض کیلئے

لب کشائی کے طلب گار گلابوں میں ملیں

ہم میں باقی ہیں ابھی عہدِ گذشتہ کے نقوش
جیسے اطوارِ کہن گذرے نوابوں میں ملیں

نامہ بر ، ان کے لیے، آج روانہ تو ہوا
دیکھئے اور بھی کیا عذر جوابوں میں ملیں

آج اے عاصیؔ ! وفا ہے نہ اہلِ وفا

اب یہ جذبات تمہیں ، خانہ خرابوں میں ملیں

عاصیؔ حقیقت بیانی سے گریز نہیں کرتے۔ دوسروں پر تنقید کرنے سے بہتر وہ خود پر نگاہ رکھتے ہیں اور اپنی خطاؤں پر خود کو سر زنش کرتے ہیں۔ یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ عاصیؔ نے اپنے کلام میں فکرو فن کے ساتھ ساتھ فنی لوازم کا التزام بخوبی رکھا ہے۔ وہ حالات زمانہ سے با خبر ہیں۔ محبت ایک لا زوال جذبہ ہے جس کی رنگینیاں عاصیؔکے کلام میں جا بجا درخشاں ہیں۔ جذبۂ محبت اور وارداتِ قلبی، حسن و عشق کا بیان عاصیؔ کی غزلوں کا خاصہ ہے۔ غزل کے لیے انھوں نے روایتی انداز کو منتخب کیا ۔ غزل کی ابتداء ہی حسن و عشق کے اظہار سے ہوئی ہے۔ عاصیؔ نے اسی روایتی انداز کو اپنی غزلوں میں نہایت چابکدستی سے برتا ہے۔ غرض یہ کہ عاصیؔ کا کلام ان کے مطالعے ، مشاہدے ، تجربےاور آگہی کا آئینہ دار ہے۔ شاعری صرف لفظوں کو جو ڑنے، جملہ سازی اور جا بجا زبان و بیان کے چٹخارے تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ شاعری زندگی میں گزرنے والے واقعات، حادثات، دل پر گزرنے والی روداد اور اپنے تخیل کی مدد سے اسے مناسب الفاظ اورزبان کے ذریعے شعر کے پیکر میں ڈھالنے کا نام ہے۔ اس میں تاثیر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جس شعر میں جتنی دلکشی ہوگی وہ اتنا دلوں سے قریب ہوگا اور اتنا ہی پسند کیا جائے گا۔ عاصیؔ نے سہل و سادہ زبان استعمال کرتے ہوئے معنی اور مفہوم کی ایک بارہ دری تعمیر کردی ہے۔ جو نہ صرف ان کے ہم عصر شعرا بلکہ بعد کے زمانے میں بھی دلکشی اور خوبصورتی کی یادگار بن کر ، شاعری کی دنیا میں زندہ اور تابندہ رہے گی ۔

حواشی:

1-اردو غزل پر ہندی کے اثرات ،علی احمد جلیلی، اشاعت : 2003ء ، مطبع : ریاض پرنٹرس ، فرسٹ فلور ، روبرو حیدر آباد کا رڈ سنٹر ، چھتہ بازار ، حیدر آباد

2۔ شہر گل ، عاصیؔ فائقی ، اشاعت : یکم جولائی 1992ء ، ناشر : شیخ عبد البشیر (عاصیؔ فائقی)

3۔ طاقِ نسیاں ، عاصیؔ فائقی ، ناشر : شیخ فرید الحسن جاوید ، مطبع : عوامی پریس مالیگاؤں اشاعت : 1981ء

4۔ زرگل، عاصیؔ فائقی ، ناشر : شیخ نور الحسن وکیل ، پیر ٹیلرس کھنڈوہ ، اشاعت : 1987ء